کربلا شناسی

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء سید علی نقی نقوی طاب ثراہ

کربلا کا تاریخی واقعہ مختصر ہے یا طولانی؟

دسویں محرم ۶۱ھ کو حسینؑ ابن علیؑ سبط رسولؐ پر ابن زیاد کی فوجوں نے چڑھائی کی اور اس کثیر لشکر کے مقابلہ میں حسینی فوج کی ستر۔بہتر ہستیوں نے ،جن میں کمسن بچے اور سن رسیدہ بوڑھے بھی تھے، داد شجاعت لے کر اپنی جان کو قربان کر دیا اور عصر کو وہ مظلوم، بھائیوں بھتیجوں کے داغ اٹھا کر ہزاروں زخم کھا کر زیر خنجر شہید کر دیا گیا اور شمر نے اس یادگار رسولؐ کے سر کو جسم سے جدا کر دیا۔

یہ ہے واقعہ کربلا کی وہ تاریخی حیثیت، جو سطحی نظروں سے دیکھنے میں چند سطور کے اندر ختم ہو جاتی ہے ۔ اور اگر زیادہ اختصار سے کام لیا جائے تو شاید چند جملے اس عظیم حادثہ کے بتلانے کے لئے کافی ہوں، افسوس ہے کہ اسلامی تاریخوں نے اس واقعہ کو اسی نظر سے دیکھنے کی کوشش کی ہے۔ تاریخ ابوالفداء کے دو صفحے ہوں یا طبری کے دس صفحے، ان کا ماحصل ہماری مذکورہ بالا چند سطروں سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ ارباب مقاتل کے قلم اور خطبا و واعظین کی زبانیں بھی زیادہ تر انہی واقعات کی ظاہری ترتیب و تدوین اور جمع و تالیف میں صرف ہوتی رہی ہیں۔

لیکن کیا زمین کربلا کے واقعہ کی حقیقت صرف اتنی ہی ہے؟ کیا وہ صرف چند گھنٹوں کی لڑائی اور ظالم و مظلوم کی فتح و شکست کا نام ہے؟ نہیں ہرگز نہیں ! اس واقعہ کو ان ہی دلگداز نمایاں پہلوؤں کا مجموعہ سمجھنا حقائق کے ساتھ صریح ناانصافی اور واقعات کی اہمیت سے کھلی ہوئی بے اعتنائی ہے۔

کربلا کا واقعہ رزم بزم یا سوز و گداز کے تاثیرات کا مجموعہ نہیں بلکہ انسانی کمالات کے جتنے پہلو ہو سکتے ہیں اور نفسیاتی امتیازات کے جو بھی اسرار ممکن ہیں ان سب کا خزینہ دار ہے۔

علم تہذیب الاخلاق کا بڑے سے بڑا ماہر اور قانون تمدن و معاشرت کا کامل ترین عالم ان واقعات سے اسی طرح سبق حاصل کر سکتا ہے جس طرح حقائق لاہوت کا بڑا محقق اور فلسفہ شریعت و احکام کا فقیہ متبحّر۔

حسینؑ اور ان کے انصارؑ نے روز عاشورا صبح سے عصر تک کی قلیل مدت میں وہ کام کیا ہے جس کی نظیر عالم میں نہ ان کے قبل ممکن ہوئی اور نہ ان کے بعد ہو سکتی ہے کہنے کو تو وہ صرف اپنے جسموں کو مخالف فوج کے خون آشام تلواروں کی نذر کر کے اپنی جانیں نثار کر رہے تھے لیکن حقیقتاً انھوں نے عالم انسانیت کو مسخر کر لیا۔ اور دنیائے علم و عمل دونوں پر قیامت تک کے لئے سکہ قائم کر گئے۔ انھوں نے اس دن زندگی کے ہر شعبہ کی تکمیل کی اور کمال انسانیت کا کوئی باب ایسا نہیں تھا جس کا نمونہ پیش نہ کیا ہو۔

علم اخلاق کی جامع ترین کتابوں کا مطالعہ کر جاؤ۔ علم النفس کے حقائق و اسرار کی کسی مسلم اسناد سے تعلیم حاصل کرو، اجتماعی و معاشرتی آداب اور انسانی فضائل کی مشق پورے معیار ترقی پر پہنچا دو اور معرفت الٰہیہ و حقائق اسرار توحید کا پورے طور پر احاطہ کر لو اور اس کے بعد ذرا کربلا کی اس چند گھنٹہ کی مختصر مدت کا ایک محققانہ نظر سے جائزہ لے لو۔ تم کو وہاں وہ سب مل جائے گا جو ان تمام کمالات کا ماحصل اور نتیجہ کہا جا سکتا ہے، تم دیکھو گے کہ جو کچھ سنا تھا وہ لفظیں تھیں اور ان کے معنی یہ ہیں۔

سید الشہداؑ اور ان کے جانباز سپاہیوں کا ہر طرز عمل اس دن ایک اسرار و رموز کا خزانہ تھا کہ جس میں اخلاقی، تمدنی، معاشرتی، اجتماعی، نفسانی خصوصیات و کمالات کے نہ معلوم کتنے پہلو مضمر تھے، ان کے کسی ایک فعل کو سامنے رکھ کر مشکل سے مشکل مسائل علم النفس کے حل کئے جاسکتے اور بلند ترین انسانی کمالات حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ ثبات قدم، استقلال، خوداری، صدق و امانت، صفائی و اخلاص، صبر وضبط، حق پرستی و حق پروری، عدل و انصاف، رحم و مروت، جذبۂ مذہب، پابندی شریعت، سخت ترین وقت پر عبد و معبود کے مخصوص روابط کی نگہداشت توکل و تحمل، نوع بشر کی خیر خواہی مواسات و ہمدردی، عفو و کرم، سخاوت و شجاعت اپنے مقدس اور سچے نصب العین کی آخر وقت تک حمایت، اتمام حجت، موعظہ و نصیحت، تبلیغ و دعوت، نفس کشی، عالی حوصلگی، بلند ہمتی، اگر صرف چند حرفی لفظوں کا نام نہیں بلکہ ہر ایک ان میں سے فلسفہ اخلاق یا علم النفس، حقائق الٰہیہ یا اسرار شریعت کا ایک مستقل اور مفصل و مبسوط باب ہے تو یقینا کربلا کے واقعات مختصر نہیں بلکہ بہت طولانی ہیں اور اگر ان کے نتائج و اسباب پر غائر نظر ڈالی جائے تو وہ یقینا چند صفحوں میں لکھنے کے نہیں بلکہ دفتر کے دفتر اور کتابوں کی کتابیں ان کے لئے لازم ہیں۔

اس کے علاوہ صرف واقعہ نگاری کے فرائض کو انجام دینے والا شخص بھی اس حادثہ کے اندر مختلف طویل از یل پہلو موجود پاسکتا ہے، تاریخی واقعات کو فلسفی نگاہ سے دیکھ کر ان کے علل و اسباب سے بحث کرنے کے لئے ذرا دائرہ بحث کو وسیع کرنے اور نقطہ مقصد کو آگے بڑھانے کی ضرورت ہے۔ جس قدر واقعہ کی اہمیت زیادہ ہوگی اور اس کے مقدمات و علل کی حلقہ در حلقہ زنجیریں دور تک گئی ہوئی ہوں گی اتنی ہی ایک محقق کو بیان کی مسافت زیادہ طے کرنا پڑے گی۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس منبع اصلی کا پتہ لگائے جس سے اس واقعہ کے گونا گوں خصوصیات کا تعلق ہے اور سلسلہ کی پہلی کڑی کو دریافت کرے جس پر اس پوری زنجیر کا دارومدار ہے۔

واقعہ کربلا وہی جس کو بے خبر افراد چند گھنٹوں کی لڑائی سے زیادہ وقعت نہیں دیتے، وہ اس حیثیت سے عالم کا عظیم و اہم ترین واقعہ ہے کہ اس کے اسباب و علل کی کڑیاں سال دو سال، دس بیس سال نہیں بلکہ سو دو سو برس کے واقعات کا نتیجہ ہیں۔ سمجھنے کے لئے دل دیکھنے کے لئے آنکھیں ہونی چاہئیں۔

اسلامی تاریخوں میں یہ سب واقعات منتشر طور پر پائے جاتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ ان کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ وہ ان کو ترتیب دے کر فرع کو اصل کے ساتھ اور معلول کو علت کے ساتھ ملحق کرسکیں۔

وہ وقت کہ جب ہاشم اور امیہ میں عبد مناف کے انتقال کے بعد نزاع ہوئی اور فیصلہ ہاشم کے حق میں امیہ کے خلاف ہوا۔ اسی زمانہ سے عداوت و عناد کی آگ تھی جو امیہ کے دل میں مجبوری و لاچاری کے پردہ میں سلگ رہی تھی اور وہی وراثۃً اولاد تک پہنچی۔ دشمنی اور عداوت کی آگ مشتعل ہوتے ہوئے کسی ایک فریق کی ظاہری ترقی اور رفعت و بلندی دوسرے فریق کے لئے گرتی ہوئی بجلی کا کام دیا کرتی ہے۔ حسد وہ شئے ہے کہ جس کے باعث دو یکجہت و یکدل دوستوں میں اختلاف پیدا ہوجایا کرتا ہے چہ جائیکہ عداوت پہلے سے موجود ہو اور اس وقت میں ایک فریق کسی بلند مرتبہ تک پہونچا ہوا دکھائی دے تو اس وقت عداوت کے شعلوں کا سینہ میں بھڑک کر دہن سے نکلنے لگنا اور اس کے تاریک و تار دھوئیں سے آنکھوں کے سامنے عالم کا سیاہ ہوجانا کوئی بعید نہیں۔

بنی امیّہ کے لئے ہاشمی خاندان کی وہ عزت و وجاہت جو ملکِ عرب میں پائی جاتی تھی آتش حسد کے مشتعل کرنے کے لئے کیا کم تھی کہ خالق حکیم نے اپنی خدائی کے مختار کل اور دنیا و آخرت کے عظیم فرمانروا، سرور کائنات، نبی آخرالزماںؐ کی ولادت کے لئے ہاشمی خاندان کو منتخب کیا۔

رسالت کی تحریک کی روز افزوں ترقی اور اس کے آخری نتیجہ کو بنی امیہ کے بزرگ خاندان ابوسفیان کی نظریں پہلے ہی

روز سے تاڑ گئی تھیں، اسی وجہ سے اس نے اپنے راحت و آرام سے ہاتھ دھوکر پوری قوت کے ساتھ اس تحریک کے مقابلہ کی ضرورت سمجھی، اور تمام قبائل عرب میں دورہ کر کے ان سب کو آنے والے خطرات سے آگاہ کردیا، اور ان کی ہمدردی کو اپنے لئے حاصل کرلیا۔ لیکن اس کو کیا معلوم تھا کہ اسلامی ترقی کسی ظاہری ساز و سامان یا خارجی طاقت وقوت کا نام نہیں ہے، بلکہ روحانی قوت کا نتیجہ ہے۔ اسلامی ترقی کا زور روکنے کے لئے اس کی تمام فوجی طاقتیں، اپنے ساز و سامان سمیت ایسی ثابت ہورہی تھیں کہ جیسے سیلاب کے زور کو ہتھیلی سے روکا جائے یا آفتاب کے طالع ہوتے وقت نقطۂ مشرق کے سامنے ایک پردہ ڈال دیا جائے کہ چند ہی منٹ میں آفتاب کی روشنی بڑھ کر اس پردہ کے چاروں طرف محیط ہوجائے گی۔

بدر و احد و احزاب، پھر صلح حدیبیہ اور اس کے بعد کے واقعات ہر مرتبہ جان توڑ کوشش اور نتیجہ میں ناکامی سب کے آخر میں بجبوری سر تسلیم خم کرنے کی ضرورت پڑنا اور دل کی تمام تلاطم خیز عداوتوں کے باوجود اپنے تمام سرمایۂ حیات، عزّت و آبرو کو دشمن (رسالتمآبؐ) کے رحم وکرم پر چھوڑ دینا، یہ واقعات ایسے نہ تھے جو دل کی آگ کو خاموش ہوجانے دیں۔ یہ تمام تابڑ توڑ واقعات اس آگ کے لئے چھینٹوں کا کام دے رہے تھے، لیکن پانی کے چھینٹے نہیں بلکہ مٹی کے تیل کے چھینٹے۔ رسالت مآبؐ کی وفات کے بعد اس میں پوری ترقی پیدا ہونا ناگزیر تھی۔ خلافت کے دوسرے دور میں اس جماعت کا برسرِ حکومت آنا اور پھر ایک مرتبہ ورق کے منقلب ہوتے ہوئے اس تخت پر بنی ہاشم کی سربرآوردہ تاریخی ہستی امیر المومنینؑ کا آجانا اور صفین کا میدان ظاہری معاہدہ اور اس کی خلاف ورزی، علیؑ ابن طالبؑ کی اولاد سے جو ہمیشہ اس کے مبلغ تھے باطل کوش حکومت و سلطنت کو ہمیشہ خطرہ کا احساس ہونا، ان تمام کا نتیجہ وہ تھا جو کربلا میں بنی امیہ کے ہاتھوں خاندان رسالت کے ظاہری خاتمہ تک منتہی ہوا۔ لیکن کیا معلوم تھا کہ جس کو وہ خاتمہ سمجھ رہے ہیں وہ اس خاندان کے حقیقی فروغ کا پہلا دن ہے اور جس کو اپنی فتح خیال کرکے خوش ہورہے ہیں، وہ ان کے فنا کی ابتدائی تمہید ہے۔ واقعات نے ثابت کردیا کہ حسینؑ کے خون کا ہر قطرہ اہل بیت رسولؐ کی مقدس تحریک کے لئے حیات تازہ اور اموی خاندان کی حکومت، ثروت بلکہ ان کی زندگی کے لئے بجلی کا حکم رکھتا تھا۔ ہمارے مذکورہ بیان کا ہر جملہ اگر صرف چند کلموں کا نام نہیں بلکہ مفصل اور طویل واقعات کا اجمالی رمز اور اشارہ ہے تو اس حیثیت سے بھی واقعات کربلا مختصر نہیں بلکہ بہت طولانی ہیں۔

۞۞۞

اشاعت اوّل: 'اسد' لاہور بابت ۱۰؍اکتوبر ۱۹۵۶ء
اشاعت دوم: امامیہ مشن لکھنؤ (سلسلہ نمبر ۳۱۸) محرم ۱۳۸۰ھ (۱۹۶۰ء)

حسین علیہ السلام حسین علیہ السلام — ایک تعارف

یہ مقالہ بعض اخبار و رسائل میں شائع ہونے کے بعد امامیہ مشن لکھنؤ کے سلسلہ نمبر ۴۱۶ کے ذریعہ (محرم ۱۳۸۴ھ / ۱۹۶۴ء) اشاعت پذیر ہوا۔

تعارف کی ضرورت ان کے لئے ہے جو محرم کے موقع پر حسینؑ حسینؑ کی آوازیں سنتے ہیں، اخباروں کے مخصوص شماروں پر محرم میں حسینؑ نمبر لکھا دیکھتے ہیں مگر جانتے نہیں کہ یہ حسینؑ کون ہیں؟ یا ان کے لئے جو کسی جلوس عزا کو ننگے سر، ننگے پیر سڑکوں پر دیکھتے، کسی گھوڑے (شبیہ ذوالجناح) کو اس شان سے دیکھتے ہیں کہ باگیں کٹی ہوئی ہیں، خون بہا ہوا ہے، جسم پر جابجا تیر پیوست ہیں، یا کسی تابوت کو خون آلودہ چادر سے ڈھکا ہوا دیکھتے ہیں اور ان کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کس کی یاد تازہ کی جارہی ہے۔

پہلی صورت میں اسم سے مسمّی کی تلاش ہوتی ہے، اور دوسری صورت میں صفات سے موصوف کی جستجو، یا منسوبات سے منسوب الیہ کی طلب پیدا ہوتی ہے، اور یہی ان مظاہر عزا کا وہ

افادی پہلو ہے جس کی بنا پر دوستداران حسینؑ ان کی بقاء کو اپنی حیات کا خزانۂ عامرہ سمجھتے ہیں، اور مخالفین ان کے مقابلہ میں جارحانہ کوششوں کو اپنی زندگی کا نصب العین سمجھتے ہیں۔

یہ تعارف کا وہ سطحی پہلو ہے جس کے لئے زیادہ غور وفکر کی ضرورت نہیں، لیکن اگر گہری نظر سے دیکھا جائے تو جو حضرت حسینؑ ابن علی علیہ السلام کے نام کا ورد رکھتے ہیں، اور آپ کے ذکر کا دن رات مشغلہ رکھتے ہیں، انہیں بھی اکثر و بیشتر آپ کی عظمت کا پورا تصوّر اور آپ کے اس کارنامۂ جاوید کی گہرائیوں کا کامل احساس نہیں ہے۔ اس لئے وہ خود محتاجِ تعارف ہیں۔ مگر یہ پہلو تعارف کا وہ ہے جس کا حق اسی وقت ادا کیا جاسکتا ہے جب تعارف کرانے والا خود اس حیثیت سے معرفت حسینؑ کا مدعی ہو اور یہ دعویٰ کرنا مادّی ماحول میں گھرے ہوئے ایک شخص کے لئے کوئی آسان بات نہیں ہے۔ بہرحال یہ ایک مشکل مرحلہ ہے جس کے طے کرنے کی اس وقت میں اپنے آپ میں طاقت محسوس نہیں کرتا، نہ اس محدود مقالہ کو تنگ ظرف اس کی وسعت کے لئے کافی ہوسکتا ہے۔

سردست یہ تعارف انہی افراد کے لئے ہے جو اس ذات سے تقریباً بالکل ہی ناواقف ہے۔

ایسا تو شاید کوئی تعلیم یافتہ نہ ہوگا، جس نے اسلام کا نام نہ سنا ہو۔ مذہبی اعتبار سے دین اسلام ازلی ہے، اور سب پیغمبر، خدا کی طرف سے اسی دین کی اشاعت کے لئے آئے، مگر اس دین کا نام اسلام اور اس کے پیروؤں کا نام مسلم، سب سے پہلے خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ نے رکھا، اور اس اعتبار سے وہ مسلمانوں کے مورثِ اعلیٰ سمجھے جاسکتے ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے: اسحاقؑ اور اسمٰعیلؑ۔ حضرت اسحٰقؑ سلسلۂ بنی اسرائیل کے مورث اعلیٰ تھے، جن میں موسیٰ اور عیسیٰؑ مشہور انبیاء مبعوث ہوئے اور توریت اور انجیل اور زبور کتابیں نازل ہوئیں، اور دوسرے حضرت اسمٰعیلؑ تھے جنہیں حضرت ابراہیمؑ نے شیر خوارگی کے عالم میں آپ کی والدۂ گرامی ہاجرہ کے ساتھ مکہ کی سرزمین پر پہنچادیا جس میں خانۂ کعبہ واقع ہے اور کعبہ کی تعمیر بھی انہیں باپ بیٹے ابراہیمؑ اور اسمٰعیلؑ نے کی۔

اسمٰعیلؑ کے بارہ فرزند تھے، ان میں ثابت اور قیدار کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی۔ اور قیدار کی اولاد میں عدنان ہوئے، جن کی نسل میں نضر بن کنانہ اور ایک قول کے مطابق فہر بن مالک بن نضر اور بقولے قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر کی اولاد قریش کے لقب سے مشہور ہوئی۔

قصی بن کلاب نے بڑا نام پیدا کیا اور بڑے کارنامے انجام دیئے۔ انہوں نے دارالندوہ (محل مشاورت) کے نام سے ایک عمارت تیار کرائی، جس میں جمہور کے کام انجام دیئے جاتے تھے۔ ان کے لئے معاشرت کے قوانین منضبط کئے، اور خراج کی وصولی اور حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام کرایا۔ انہوں نے شراب خواری کی مذمت کی اور اس کی مضرتوں کا اعلان کیا۔ قصی کے فرزندوں میں، عبدمناف اوصاف وکمالات میں اپنے بزرگوں کے حقیقی جانشین تھے اور ان کے فرزندوں میں ہاشم نہایت بااثر اور ممتاز تھے۔ کعبہ کی معزز خدمتیں حاجیوں کی سیرابی اور ضیافت ان کے سپرد کی گئیں جو انھوں نے بہت قابلیت سے انجام دیں۔ ان کے مقابلہ میں امیہ بن عبدالشمس جو بنی امیہ کا مورثِ اعلیٰ تھا ناکام ہوکر جلاوطن ہوکر شام کی طرف نکلا اور وہاں اپنا مستقر بنایا۔

ہاشم ان کا لقب اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے قحط کے زمانہ میں اہل مکہ کو روٹیوں کے ٹکڑے شوربے میں بھگو کر کھلائے۔ عربی میں ہشم (ہاشم) چورا کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ہاشم کے بیٹے عبدالمطلب تھے جو شرف، عظمت، اور شہرت میں اپنے اکثر بزرگوں پر بھی فوقیت لے گئے اور سیدالبطحاء کے خطاب سے مشہور ہوئے جو ان کی اولاد میں باقی رہ گیا چنانچہ انہیں کی اولاد ہے جو سادات کہلاتی ہے۔

عبدالمطلب کے دس بیٹوں میں سے دو بیٹے عبداللہ اور ابوطالبؑ تھے۔ عبداللہ کے فرزند پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیؐ تھے

(بقیہ۔۔۔۔۔۔۔ صفحہ ۱۶ پر)

گئی۔کیا شادیوں میں اس طرح روکر ہم بھی اسی عقیدہ کا اظہار نہیں کرتے کہ ہم نے لڑکی کو دان کر دیا اور اب اس پر ہمارا کوئی حق نہیں وہ غیر کی ہوگئی اب اس پر ماں باپ کا کوئی حق نہیں؟ کیا اسلام نے ایسا کوئی حکم دیا ہے کہ جس سے یہ طے ہو سکے کہ شادی کے بعد لڑکی پر ماں باپ کا کوئی حق نہیں رہتا؟

خواتین کے معاملے میں اسلامی قوانین کی دھجیاں اڑائے جانے کی اس وقت تو حد ہی ہوگئی جب ہریانہ کی ایک مسلم پنچایت نے ایک ہی گوتر میں شادی کئے جانے کی شدید مخالفت کی۔ حالانکہ رسول اکرمؐ نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ زہراؑ کی شادی اپنے سب سے قریبی رشتے دار حضرت علیؑ سے کی، لیکن ہمارے ہندوستانی معاشرے کا رنگ ایک مسلم پنچایت پر ایسا غالب ہوا کہ انھوں نے گوتر جیسے غیر انسانی فلسفہ کو مان لیا۔ خیال رہے کہ اسی گوتر کے نام پر آج ہریانہ، راجستھان اور پنجاب میں آباد لڑکیوں کی زندگی اجیرن ہوگئی ہے اور کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ جب دو چار لڑکیاں کسی گاؤں میں خاموشی سے مار نہ دی جاتی ہوں۔

ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں اس میں عورت کے خلاف جرم کرنے کی ایک خاص ذہنیت موجود ہے اور اس ذہنیت کو بدلنے کے لئے کسی ایک دن کو عورتوں کے نام منسوب کر کے کوئی فائدہ ہونے والا نہیں ہے۔ ہم کو ہر دن خواتین کے جائز حقوق ان تک پہنچانے کے لئے کام کرنا ہوگا۔ خاص طور پر مسلم علماء کو اس معاملے میں ایک بھرپور مہم چلانا ہوگی جس کے تحت عورت کو وہ درجہ مل سکے جو اسلام نے اس کو عطا کیا ہے۔

(بشکریہ روزنامہ راشٹریہ سہارا (اردو) ۹/مارچ ۲۰۱۱ء)

✿✿✿

(بقیہ۔۔۔۔۔۔کربلاشناسی) جنھوں نے دنیا کو کامل توحید کا پیغام پہنچایا۔ اور بت پرستی، اقتدار پرستی، سرمایہ پرستی، غرض کہ ہر طرح پرستش سے مخالفت کی اور ابوطالب کے فرزند امیرالمومنین حضرت علی مرتضی ﷺ کا سبب بنی رہی۔

حضرت پیغمبرؐ خدا کی ایک بیٹی تھیں فاطمہ زہراؑ جن کی ان کے بلند اوصاف کی بناء پر آپ اتنی عزت کرتے تھے کہ جب وہ آپ کے پاس آتی تھیں تو آپ تعظیم کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے، اور بکثرت حدیثیں آپ نے ان کی فضیلت کے بارے میں ارشاد کیں جن میں ایک یہ تھی کہ وہ سردار زنان جنت اور سردار زنانِ اہلِ ایمان ہیں، اور فرمایا کہ فاطمۃُ بَضْعَۃٌ مِنِّی یعنی فاطمہؑ میرا ایک ٹکڑا ہے۔ ان کی شادی حضرت علیؑ مرتضی سے ہوئی اور انہی دونوں مقدس اور بزرگ ماں باپ سے دو فرزند پیدا ہوئے ایک حسن مجتبیٰؑ اور دوسرے حضرت امام حسینؑ شہید کربلا، جن کا نام حسینؑ حسینؑ کے الفاظ میں محرم کے زمانہ میں اکثر شہروں اور دیہاتوں میں اکثر مکانات اور تقریباً ہر رہ گذر پر سنائی دیتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ پیغمبر اسلامؐ کے نواسے اور حضرت علیؑ کے بیٹے تھے، آپ کی زندگی اسلامی تعلیمات کا مکمل نمونہ تھی، اور شیعہ مسلمان آپ کو تیسرا امام یعنی پیغمبرؐ خدا کا تیسرا جانشین اور رسولؐ کے بعد خدا کی طرف کا مقرر کردہ تیسرا رہبر دین مانتے ہیں۔

شام کا حاکم یزید، جو آوارہ مزاج، شراب خوار اور بڑا ہی فاسق و فاجر تھا، آپ سے غیر مشروط طور پر اپنی اطاعت کا عہد لینا چاہتا تھا۔ اسے آپ نے گوارا نہ کیا۔ اسی بناء پر یزیدی فوج نے آپ پر چڑھائی کی اور ۱۰/محرم ۶۱ھ کو کربلا کی سرزمین پر تین دن کی بھوک اور پیاس میں آپ کے جاں نثار ساتھی اور جوان و کمسن بیٹے، بھائی، بھتیجے، بھانجے یہاں تک کہ شیر خوار چھ مہینے کا بچہ تک دشمنوں کی تلواروں، نیزوں اور تیروں کا نشانہ ہو گئے۔

آپ کے خیام میں آگ لگا دی اور آپ کے پسماندگان کو جن میں صرف ایک مرد یعنی بیمار فرزند زین العابدینؑ تھے اور جن میں پیغمبر اسلامؐ کی حقیقی نواسیاں تک موجود تھیں، قید کر کے انتہائی ظلم و بربریت کے ساتھ کربلا سے کوفہ اور کوفہ سے شام لے گئے۔

یہی دردناک اور دلدوز مثالی کارنامہ ہے جس کی یاد ہر سال ماہِ محرم میں تازہ کی جاتی ہے اور اس کی یادگار میں اخباروں کے مخصوص شمارے ''حسین نمبر''، یا ''محرم نمبر'' کے نام سے شائع کئے جاتے ہیں۔

✿✿✿